حالات حاضرہ:

عراق کا بحران۔ ایک تاریخی تجزیہ

پروفیسر سید عزیز الدین حسین

جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی

اسلام کے نظریہ توحید اور مساوات نے ساتویں صدی عیسوی میں انقلابی کیفیت پیدا کردی۔ ۶۶۲ء میں مدینہ میں اسلامی ریاست کا قیام عمل میں آیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلامی سیاست کی بنیاد دو اصولوں پر رکھی۔ شوریٰ اور اجماع۔ اسلام درحقیقت جمہوری نظام میں یقین رکھتا ہے اور سماجی برابری کا علم بردار ہے۔ خطبہ حجۃ الوداع رسول اللہؐ کے خطبات میں سے ایک کلیدی خطبہ ہے۔ آپ نے اس خطبے میں اسلام کے اہم نکات کو جامع انداز میں دہرادیا۔ قانون کی اہمیت، تقویٰ، سماجی برابری اور اسلامی جمہوری اقدار کی طرف آپ نے اشارہ فرمایا اور واضح طور پر مسلمانوں کو سمجھا دیا کہ اسلام سے قبل دور کی روایات سے ان کا کوئی سروکار نہیں ہے۔ اسلام قبیلوں کی تفریحی سیاست میں یقین نہیں رکھتا۔ اسلام کا معیار تقویٰ ہے۔ رسول اللہؐ نے مشاورتی نظام کی بنیاد ڈالی۔ آپ کی ۶۳۲ء میں رحلت کے بعد خلافت وجود میں آئی۔ دور خلافت ۶۶۱ لغایۃ ۶۳۲ء میں اسلام کا جمہوری نظام اور سماجی برابری کا نظریہ قائم رہا۔ اس کے نتیجے میں اسلام کا زبردست احیاء ہوا اور اسلامی ریاست واسلامی حکومت کے زوال کی زمین ہموار ہونے لگی دمشق کے گورنر معاویہ نے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ خلیفۂ اسلام کی بیعت سے انکار کردیا۔ اللہ کا قانون ہے اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم۔ ان حضرات نے قرآن کے حکم کہ اولی الامر کی اطاعت کرو اس سے نہ صرف انکار کیا بلکہ حضرت علیؑ کی مخالفت شروع کردی جس کے نتیجے میں جنگ جمل صفین اور جنگ نہروان نہ صرف عام مسلمانوں بلکہ اصحاب رسول اللہؐ کے درمیان لڑی گئیں۔ ان اختلافات کے نتیجے میں خلیفہ چہارم حضرت علیؑ کو ۶۶۱ء میں مسجد کوفہ میں نماز پڑھتے ہوئے شہید کردیا گیا۔ اس دور میں امریکہ یا انگلینڈ کا اس سیاست سے کوئی مطلب نہ تھا۔ یہ کارنامہ صرف مسلمانوں کا اپنا ہی کیا ہوا تھا۔

معاویہ نے ۶۶۱ء میں اپنی خلافت کا اعلان کردیا۔ صرف اسی پر اکتفا نہ کی بلکہ اپنے بیٹے یزید کو اپنے بعد کے لئے اپنا جانشین مقرر کردیا۔ امیر معاویہ کے اس فیصلے نے اسلامی جمہوری نظام کو ختم کر کے موروثی ملوکیت کو قائم کردیا۔ موروثی ملوکیت قطعی طور پر ایک غیر اسلامی ادارہ ہے۔ اسلامی جمہوری نظام کا خاتمہ مسلمانوں کی سب سے بڑی بدنصیبی تھی۔ عجیب بات ہے کہ رسول اللہؐ کے قائم کردہ جمہوری نظام کی عمر تو صرف انتالیس (۳۹) سال ہوئی لیکن معاویہ کی قائم کردہ بدعتی موروثی ملوکیت بیت اللہ سے متعلق ملک سعودی عرب میں آج بھی قائم ودائم ہے۔ یزید کے عہد حکومت میں اس موروثی ملوکیت کی بیعت سے حضرت ابوبکر کے بیٹے حضرت عبد الرحمٰن ۔ حضرت عمر کے بیٹے عبد اللہ اور حضرت علیؓ کے بیٹے حضرت امام حسین نے انکار کردیا۔ لیکن طاقت کے سامنے کوئی اصولی اور قانونی بات نہیں چلتی چاہے وہ ساتویں صدی عیسوی ہو یا اکیسوی صدی عیسوی۔ ۶۸۰ء میں واقعہ کربلا کے بعد اب یزید کا راستہ صاف ہوگیا اور مسلمانوں میں ملوکیت کا دور شروع ہوگیا۔ اب مسلمانوں کو عرب ، غیر عرب، موالی وغیرہ میں تقسیم کردیا گیا۔ قرآن نے حکم دیا تھا کہ غیر مسلموں سے جزیہ وصول کرو ان اموی حکمرانوں نے اسلام کے اس قانون کو پس پشت ڈال کر جزیہ نئے مسلمانوں سے بھی وصول کیا۔ عربوں کے لئے مساجد علٰحدہ اور غیر عرب لوگوں کے لئے مساجد علیحدہ ، نماز بھی علیحدہ علیحدہ پڑھیں گے۔ عرب مسلمان غیر عرب مسلمانوں سے شادی نہیں کر سکتے تھے۔ کیا اسلام کا یہی پیغام تھا؟ مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد نے اسلام کے مساوات کے اصول کو نہ مانا اور نہ ہی آج مانتے ہیں۔ عرب مسلمان تو ہوگئے اور انہوں نے نماز، روزہ ، زکوٰۃ اور حج کی پابندی بھی کرلی لیکن اپنی قبائلی شناخت کو نہیں چھوڑا جس کے نتیجے میں سماجی مساوات اور عصبیت سے پاک سماج نہ بن سکا۔ آج ہی نہیں حیات رسول اللہؐ میں بھی بلال کے موذن بننے اسامہ کے کمانڈر بنانے پر سوال اٹھے یہ وہی عربوں کی قبائلی عصبیت کا نتیجہ تھی جو آج بھی قائم ہے۔

ملوکیت کیا ہے؟ جہاں طاقت کو ایک مرکز میں محدود کردیا جائے۔ اسلام میں اقتدار اعلیٰ اللہ کا قانون ہے۔ ملوکیت اقتدار اعلیٰ اس فرد کو حاصل ہے جو بادشاہ ہے۔ اسلام اتحاد میں یقین رکھتا ہے اور ملوکیت تقسیم میں یقین رکھتی ہے۔ خلیفہ اسلام قانون کا تابع ہوگا بادشاہ قانون سے بالاتر ہوتا ہے۔ کیا بادشاہ کا کسی طرح بھی اسلام یا مسلمانوں سے کوئی تعلق ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں اس لئے کہ

ملوکیت ایک غیر اسلامی ادارہ ہے۔ لیکن علماء کا ایک بڑا گروہ مختلف طریقوں سے بادشاہت کو اسلامی ثابت کرنے میں لگ گیا جس نے امت مسلمہ کے ذہن وفکر کو بری طرح متاثر کیا۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کی اکثریت ملوکیت کی حامی اور جمہوریت سے برائت رکھتی ہے۔

اسلام نے حصول علم پر زور دیا اور حصول علم کو ہر مسلم مرد اور عورت کے لئے فرض قرار دیا۔ رسول خداؐ کی حدیث ہے ''گھوارہ سے لے کر لحد تک علم حاصل کرو، علم حاصل کرو چاہے چین جانا پڑے۔''

اس کے نتیجے میں مسلم سماج نے بڑے بڑے دانشوروں، سائنسداں اور حکماء پیدا کئے جن میں طبری، ابن سینا ابن رشید وغیرہ کے نام بری اہمیت کے حامل ہیں۔ انھوں نے علم وتحقیق دنیا کو ایک نئی راہ دی۔ اور انقلابی کارنامے انجام دئے۔ لیکن ایک طرف تو علماء نے اجتہاد کے دروازہ کو بند کرکے تقلید کے راستے کو کھول دیا۔ دوسری طرف ملوکانہ اور زمیندارانہ سمجھ وفکر نے تحصیل علم کو اشراف تک محدود کردیا۔ مسلم عوام کا علم اور تحصیل علم سے کوئی سروکار نہ رہا۔ یہیں سے مسلمانوں کا زوال ہونا شروع ہوگیا۔

بنی امیہ کی حکومت نے ظلم وزیادتیاں کیں جس کے نتیجے میں ۷۵۰ء میں انھیں حکومت سے ہٹا دیا گیا۔ عباسی حکمراں انتقام خون حسینؑ کا نعرہ لگاتے ہوئے سیاہ پرچم کے سایہ میں برسراقتدار آئے لیکن انہوں نے بھی عمل بنی امیہ ہی کی پالیسیوں پر کیا۔ عباسی حکمرانوں نے بغداد کو اپنی حکومت کا مرکز بنایا اور اسی موروثی ملوکیت کی ناانصافانہ اور ظالمانہ پالیسیوں پر عمل کیا۔ خاندان رسالت کے کئی افراد کو زہر دیکر یا قید کرکے قتل کرادیا گیا۔ ان پالیسیوں نے مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کرکے رکھدیا اور آہستہ آہستہ مختلف علاقوں میں بغداد سے آزاد ہوکر مسلم حکومتیں قائم ہوگئیں۔ سندھ سے لے کر جزیرہ نما عرب تک جو ایک مرکز کے تحت حکومت تھی وہ چھوٹے چھوٹے ٹکروں میں بٹ گئی اور مسلمان سیاسی طور سے کمزور ہوتے چلے گئے۔ اسی دور میں منگولوں کا عروج ہوا۔ منگول حکمراں ہلاکو نے ۱۲۵۸ء میں جب بغداد پر حملہ کیا تو اس وقت معتصم باللہ وہاں کا حکمراں تھا۔ ہلاکو نے بغداد کو فتح کیا اور مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد اس کے ظلم وجور کا نشانہ بنی جس طرح آج کویت اور سعودی عرب امریکہ اور انگلینڈ کا ساتھ دے رہے ہیں اسی طرح مسلمانوں کی ایک تعداد نے ہلاکو کا ساتھ

دیا۔

علامہ اقبال ان حالات کا تجزیہ اس شعر میں اس طرح کرتے ہیں۔

سطوت مسلم بہ خاک وخون تپید
دید بغداد آنچہ رومہ ہم نہ دید

دہلی میں اس وقت ناصرالدین سلطان تھا۔ اس حادثہ نے ہندوستان کے دل ودماغ پر جو اثر مرتب کیا اس کی ایک جھلک مہاج سراج کی طبقات ناصری میں دیکھنے کو ملتی ہے۔منگولوں کے عروج کو آثار قیامت میں شمار کیا گیا ہے اس وقت مسلمانوں میں ایک طرف تو قنوطیت اور افسردگی پھیل گئی تھی اور دوسری طرف منگولوں کے خلاف نفرت کے شدید جذبات بھڑک اٹھے تھے لیکن عمل کے معاملے میں تیرھویں صدی میں پیچھے تھے اور آج بھی۔ اس وقت بھی امریکہ اور انگلینڈ کی عراق کی جنگ کے خلاف جو احتجاج دہلی میں ہوئے اس میں مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی۔ لیکن اس حادثہ کو ابھی دوسال بھی نہیں گذرے تھے کہ ۱۲۶۰ء میں ہلاکو کا سفیر دہلی آیا اور حکومت کی طرف سے اس کا شاہانہ استقبال دہلی میں کیا گیا اور یہ سب کچھ اس وقت ہوا جب بغداد کی تباہی اور بربادی کا زخم لوگوں کے دلوں میں ہرا تھا اور دہلی ان علماء کی پناہ گاہ بن چکا تھا جو منگولوں کے ظلم اور خوف سے بغداد، سمرقند اور بخارا سے ہجرت کر کے دہلی آ گئے تھے۔ خود منہاج نے ان لوگوں کی توصیف میں قصیدہ لکھا۔

لیکن عہد وسطی کی قدریں کچھ اور تھیں، اکیسویں صدی کے تقاضے کچھ اور ہیں اس وقت سب سے اہم سوال علم کا ہے۔ مانا کہ عراقی بڑے بہادر ہیں لیکن اگر علم نہ ہو تو بہادری کیا کرے گی۔ اصول، قاعدے اور قوانین کو بھی آپ علم کی طاقت کی بنیاد پر منوا سکتے ہیں۔ مسلمان علم سے دور ہوتے گئے۔ آج ہندوستان میں پڑھے لکھے مسلمانوں کی شرح صرف بیس فی صد ہے۔ اس کا مطلب ہوا کہ ہندوستان کا اسی فیصد مسلمان جاہل ہے۔ اب رہا سوال عرب ممالک میں تعلیم کی شرح کا۔ اس کا اس بات سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ ان ممالک میں مختلف شعبوں میں کام کرنے والے لوگ پاکستان، ہندوستان، بنگلہ دیش۔ امریکہ، جاپان، اور انگلینڈ کے باشندے ہیں۔ ان ممالک میں دولت کے باوجود تعلیم کا احیاء نہ ہوسکا۔ اگر لوگ تعلیم یافتہ ہیں بھی تو فارسی اور عربی جانتے ہیں۔ جدید علوم کا

خزانہ اردو، عربی اور فارسی میں نہیں بلکہ انگریزی میں ہے لہٰذا ان ملکوں کے لوگ علوم کے ان خزانوں سے محروم ہیں۔ یو۔ این۔ او ہو یا کوئی اور ادارہ اس پر حکومت وہ کرے گا جس کے پاس علم کی طاقت ہوگی۔ افغانستان سے لیکر سعودی عرب تک کے ممالک جدید علوم اور ٹیکنالوجی سے دور بہت دور ہیں۔ اب بغداد، تکریت یا موصل کی جنگ ۱۲۵۸ عیسوی کی لڑائی نہیں ہے کہ دشمن پر حملہ کیا اور تکریت کے قلعہ میں اپنے کو محفوظ کرلیا بلکہ اب تو کویت کے میدان سے بم بغداد میں اپنے نشانے پر مارا جاسکتا ہے۔ جب امریکہ نے بغداد پر بمباری شروع کی تو بی بی سی خبروں میں ایسا لگ رہا تھا کہ جیسے دہلی دیوالی کی رات میں نظر آتی ہے۔ ہماری بہت بڑی دشمن جہالت ہے ہمیں عہد کرنا ہوگا کہ ہم اپنی اس جہالت کو ختم کریں گے۔

ملوکیت ہو یا مطلق العنانیت ان حکومتوں میں ظلم ہونا یقینی ہے۔ صدام کے دور میں بھی بہت سے لوگوں پر ظلم ہوا۔ جہاں جہاں بادشاہت ہے وہاں ظلم ہوتا رہا اور ہو رہا ہے۔ ایران کے شاہ نے ایرانی عوام پر ظلم کرنے میں کونسی کمی کردی تھی۔ اب وقت آگیا ہے کہ ہم جمہوری قدروں کو اپنائیں۔ اسلام تو جمہوری قدروں کی بنیاد ڈالنے والا مذہب ہے تو ہم کیوں جمہوریت سے دور اور ملوکیت سے قریب ہیں؟ آپ نے عرب لیگ بنائی۔ کیا اسلام آپ کو اس تقسیم کی اجازت دیتا ہے۔ عرب ملکوں کی سمجھ اور فکر بھی تقسیم کی طرف راغب ہے۔ افغانستان اور عرب ممالک میں نہ صرف قبیلہ کی شناخت باقی ہے بلکہ ان کے سماج کا اہم جزو ہے کیا۔ رسول اللہؐ نے مکہ اور مدینہ میں یہی تعلیم دی تھی۔

امریکہ اور انگلینڈ نے عراق کے تیل کے کنویں پر قبضہ کرنے کے لئے یہ پلان بنایا۔ لیکن امریکہ کی پالیسی میں کس قدر شدید تضاد ہے۔ ایران کے شاہ کو ہٹانے کی تحریک جب ایرانی عوام نے شروع کی تو ایران کے جمہوریت پسند عوام کے مقابلے میں ایران کے شاہ کا ساتھ دیا۔ جب امریکہ کو شاہ ایران کے بچانے میں ناکامی ہوئی تو اپنے صدام حسین سے ایران پر حملہ کرادیا جو جنگ کافی طویل عرصے تک چلی۔ پھر امریکہ نے صدام حسین کو کویت پر حملہ کرنے کی رغبت دلائی۔ مجھے تو یہ محسوس ہوتا ہے کہ امریکہ کی یہ بڑی گہری سازش تھی کہ پہلے تو صدام حسین کو اپنے پڑوسیوں کا دشمن بنا دو اور پھر کچھ بہانہ تلاش کرکے اس کو ختم کردو۔ سیاست بش اور صدام حسین کی ملی بھگت ہو

لیکن یہ بے گناہ عراقی قتل ہوئے ، زخمی ہوئے اور بہت سے بے گھر ہوگئے۔ اور پتہ نہیں کہ عراقی عوام کو کتنے اور ظلم سہنے کے لئے جینا ہوگا۔ اس لئے کہ جب عراقی پولس اور فوج عراقیوں پر ظلم کرتی تھی تو اب یہ امریکن فوجی کتنا ظلم کریں گے اور ان عراقیوں کی فریاد اب کون سنے گا؟

بغداد پر صدام حسین کی فوج کا کنٹرول ختم ہوجانے کے بعد امریکہ اور انگلینڈ کی فوج کا قبضہ ہوگیا۔ یا تو امریکن لوگوں میں اتنی صلاحیت تھی کہ کویت سے جس عمارت پر بم گرانا چاہتے تھے وہی عمارت تباہ ہوئی۔ یا بغداد میں قبضہ ہوجانے کے بعد عراق کا نیشنل میوزیم اور کتب خانے امریکن فوج کی موجودگی میں لٹے اور جلائے گئے۔ امریکہ اور انگلینڈ نے عراق کے اس گراں بہا تہذیبی سرمایہ کو تباہ و برباد کرادیا۔ بامیان میں جب گوتم بدھ کے مجسمہ کو توڑا گیا تو پوری مہذب دنیا نے اس کے خلاف احتجاج کیا۔ میں بھی اس احتجاج میں شامل تھا جو منڈی ہاؤس پر ہوا۔ عراق کے قدیم ثقافتی سرمایہ کو امریکی اور انگلینڈ کی افواج نے تباہ کرادیا اب ہماری مہذب دنیا خاموش کیوں ہے؟ بامیان میں تو غیر مہذب لوگوں نے مجسمہ کو توڑنے کا کام کیا تھا تو مہذب دنیا کو بہت برا لگا۔ اب یہ کام دنیا کے سب سے بڑے مہذب حضرات بش اور بلیر نے کیا ہے تو اس پر مہذب دنیا خاموش کیوں ہے؟ یہ انکا کوئی نیا کام نہیں۔ ٹیپو سلطان کو بھی قتل کرنے کے بعد اس کے محل اور کتب خانہ کو انگریزوں نے لوٹا اور لندن لے گئے ۱۸۵۷ء میں لال قلعہ کے محل اور کتب خانہ کو لوٹا اور اس کو بھی لندن لے گئے اور وہاں برٹش میوزیم او برٹش لائبریری قائم کی جس میں یہ نوادرات محفوظ ہیں۔ برٹش میوزیم کا نام لوٹ میوزیم ہونا چاہیے۔ عراق کا تیل کا کیا ہوگا وہاں حکومت کس کی بنے گی امریکہ اور انگلینڈ کی فوجیں عراق چھوڑ کر جائیں گی یا نہیں اس پر ہمارے ماہرین سیاست بات کریں گے۔ لیکن اپریل ۲۰۰۳ء میں عراق کے ثقافتی سرامایہ کی تباہی کے بعد اب عراق اپنی قدیم تاریخی میراث کھو چکا ہے اس کو مہذب لٹیروں نے لوٹ لیا۔ اب عراق کی تاریخ اپریل ۲۰۰۳ء سے لکھی جائے گی۔ نہ صرف عراق بلکہ پوری دنیا کو اپنے اس تہذیبی سرمایہ سے محروم کردیا گیا۔

☆☆☆☆☆